حضرت حافظ حکیم محمد حنیف اللہ رحمتہ اللہ علیہ

شاہ جی ایک مریض کی حیثیت سے

> حضرت حافظ حکیم محمد حنیف اللہ رحمتہ اللہ علیہ ملک کے نامور اطباء میں سے تھے اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے معالج تھے۔ ان کے والد ماجد حضرت حکیم محمد عطاء اللہ خان رحمتہ اللہ علیہ حکیم محمد اجمل خان رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور نامور طبیب تھے۔ دونوں باپ بیٹا حضرت شاہ جی کی محبت و عقیدت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ذیل کا مضمون حضرت حکیم صاحب نے ۱۹۶۱ء میں شاہ جی کے انتقال پر تحریر کیا تھا مگر اپنی دوائیوں کی صندوقچی میں رکھ چھوڑا۔ اور بھول گئے۔
> ۶، فروری ۱۹۹۹ء کو ۶۷ برس کی عمر پا کر ملتان میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند محترم حکیم محمد خلیل صاحب کو کاغذات کی دیکھ بھال کے دوران ملا تو اشاعت کی غرض سے عنایت فرمایا۔
> ان کے شکریہ کے ساتھ ۳۸ سال بعد یہ غیر مطبوعہ تحریر شائع ہو رہی ہے۔ (مدیر)

سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی مختلف النوع خصوصیات کی حامل تھی۔ ان میں بیک وقت خطابت، صداقت، شجاعت، وفا کیشی، فقر غنا، دریا دلی اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ لوگوں نے ان میں جوہر خطابت کو نمایاں پایا اور خطیب اعظم کا خطاب دیا۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ میں دیگر صفات، اگر صفت خطابت سے بڑھ کر نہیں تھیں تو کمتر بھی نہیں تھیں۔ خیر یہ تو مستقبل کا مؤرخ جب شمع آزادی کے پروانوں کا ذکر چھیڑے گا تو اس کا فرض ہو گا کہ وہ دیکھے کہ شاہ جی کون کون سی خصوصیات میں ممتاز تھے۔

میں یہاں ان تأثرات کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، جو انہوں نے ایک مریض کی حیثیت سے مجھ پر چھوڑے۔ میں کوشش کروں گا کہ واقعات میں ربط اور تسلسل قائم رہے۔ اور اگر کہیں ان میں بے جوڑ واقعات تحریر میں آ جائیں تو اس کو میری کوتاہی فکر و عمل پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ میں شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کا صرف طبیب ہی نہیں تھا بلکہ ان کی عظمت اور نجابت کا معتقد بھی تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ان حالات میں سہو و خطا عین ممکن ہے۔

حضرت شاہ صاحب جب ملتان تشریف فرما ہوئے تو حسن اتفاق سے محلہ ٹبی شیر خان میں مکان کرایہ پر لیا۔ چونکہ میرا مطب قریب ہی تھا اس لئے آمد و رفت آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہوئی۔ نام اور کام سے تو میں پہلے ہی واقف تھا حضرت والد ماجد اطال اللہ ظلہ العالی کی وساطت سے ذاتی تعارف ہو گیا اور اجنبیت کا پردہ چاک ہو گیا۔ کبھی میں ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور کبھی وہ خود تشریف لے آتے۔ اس دوران میں اگر ان کو کوئی مرض ہوا تو وہ صرف نزلہ و زکام ہوا۔ جو خاندان کے معمولات کے مطابق، گل بنفشہ گاؤزبان، عناب، سپستان کا جوشاندہ دینے سے رفع ہو جایا کرتا تھا۔

مگر ان کا اصل جوہر اس وقت کھلا جب کہ ان پر تحریک تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد فالج کا حملہ ہوا۔ یہ واقعہ نومبر ۱۹۵۴ء کا ہے۔

ہم نے (قبلہ والد ماجد مدظلہ العالی اور راقم الحروف) مسلسل ۱۰۴ روز تک ماء العسل پلایا۔ اگرچہ اطباء متقدمین نے سات روز تک اجازت دی ہے۔ مگر چونکہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی نبض میں امتلاء بہت محسوس ہوتا تھا اس لئے اس مدت کو ہفتہ تک بڑھا دیا گیا اور اس مدت میں غذاء بالکل بند کرا دی مگر واہ رے ثابت قدمی کہ چہرے پر شکن تک پیدا نہ ہوئی اور خندہ پیشانی سے اس پابندی کو قبول کیا۔ پھر اس کے بعد منضج اور مسہل وغیرہ کا سلسلہ ایک ایسا اکتا دینے والا سلسلہ ہے کہ بڑے بڑے دل گردے والے حوصلہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مگر یہ ہمت شاہ جی میں دیکھی کہ تین منضج اور تین مسہل دئے مگر کیا مجال کہ طبیعت میں ملال پیدا ہوا ہو۔ نہایت استقلال سے کڑوے کسیلے جوشاندے وغیرہ پیتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے یہ فالج ایک ایسی مرض ہے کہ اگر بڑھاپے میں ایک مرتبہ اس کا حملہ ہو جائے تو مریض جانبر نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جائے تو اس کے بقیہ اثرات نہیں چھوڑتے تا آنکہ موت کی آغوش میں چلا جائے۔

چنانچہ یہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال ہوا۔ گو ان کی حالت بہت کچھ سنبھل گئی رفتار، گفتار صحیح ہو گئی مگر ایک گھن لگ گیا۔ ساتھ ہی ذیابیطس آ نمودار ہوا۔ یک نہ شد دو شد۔

اب دونوں کا علاج شروع کیا۔ کبھی مقویات کبھی مفرحات، کبھی منضج کبھی مسہل، کبھی سفوف کبھی حبوب، غرض یہ کہ ہر مزہ ہر شکل کی دوا کھلائی۔ اور پورے سات برس تک کھائی۔ مگر آفرین ہے اور صد آفرین ہے شاہ جی کی مستقل مزاجی اور ہمت کی کہ نہ تو معالج سے بددل ہوئے اور نہ ہی علاج سے دل برداشتہ۔

بعض لوگوں نے مشورہ دیا "شاہ جی آپ صرف اسی طبیب کا علاج کیوں کراتے ہیں؟ کیا اور طبیب یا ڈاکٹر موجود نہیں؟ شاہ جی ان کے جواب میں فرماتے "بھائی میں نے ایک کا دروازہ پکڑا ہے۔ مجھے دوسرے دروازے پر کیوں لے جاتے ہو؟

دیکھیے طبیب پر کتنا زبردست اعتماد ہے۔ اللہ اکبر

ایک مرتبہ چند علماء دوپہر کے کھانے پر، میرے غریب خانے پر تشریف فرما ہوئے۔ شاہ جی بھی مدعو تھے حسب دستور کھانے کے بعد بعض شیریں اشیاء حاضرین کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ میں نے ایک پلیٹ شاہ جی کی خدمت میں بڑھائی۔ نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا "کیوں؟ امتحان مقصود ہے؟ میرے بھائی میٹھی چیزوں کی طرف اب طبیعت راغب نہیں ہوتی"۔

ذیابیطس میں چونکہ شیریں اشیاء تجربۃً مضر ثابت ہوئی ہیں اس لئے اکثر شیریں اشیاء سے پرہیز کرایا گیا۔ لیکن اس پرہیز پر جس شدت اور استقامت سے حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے عمل کیا۔ میرے خیال میں کوئی دوسرا مریض نہیں کر سکتا۔ یہاں بھی انفرادیت کو برقرار رکھا۔

بقیہ ص ۲۷ پر